حضرت مولانا لطافت الرحمٰن جامعہ اسلامیہ
بہاولپور

قرآن کیا سکھاتا ہے؟

اور اسکے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

اگر سمندر کی لاتعداد موجوں کو گنا جاسکتا ہے اور روئے زمین کے دشت و بیابان کی لامحدود وسعتوں کا احاطہ کیا جاسکتا ہے تو قرآن کریم کے اُن فیوض و برکات ارشادات و تعلیمات کو بھی گنا جاسکتا ہے، جو قرآن نے سکھائی ہیں۔ تاہم علی الاجمال اتنی گذارش ہے کہ قرآن جو کچھ سکھاتا ہے اور جس راہِ حق کیطرف دعوت دیتا ہے۔ اس کا بیان خود قرآن نے واضح اور جامع عنوان میں فرمایا ہے: ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ یعنی قرآن کریم صراطِ مستقیم کا داعی اور دینِ فطرت کا معلّم ہے، قرآن انسان کو انسانیت کے تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے۔ بندگانِ خدا کو خدا پرستی سکھاتا ہے۔ شرک، بت پرستی کے خلاف: جاء الحق وزھق الباطل۔ کا نعرہ بلند کرکے جہاد کی تعلیم دیتا ہے، انسان کے دل میں ایک لازوال نورِ ہدایت خوف و رجاء عزم و یقین، ثبات و استحکام پیدا کرتا ہے۔ سیرت و کردار، پاکیزہ اطوار، طہارت و عفت کے طرزِ طریق، تحمل و قناعت کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ قرآن خدا کا دعوت نامہ ہے۔ خدا پاک کا چنا ہوا دسترخوان ہے۔ امن و سلامتی کا رہبر ہے، نوعِ انسان کو نجات و فلاح کی طرف بلاتا ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی، عمل، عقیدہ، فکر و نظر کے تمام شعبوں کو آئینی اور اٹل طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ قرآن ایک ایسا قانون عطا کرتا ہے، جو انسان کے فطری تقاضوں اور پسندیدہ صلاحیتوں سے ہم آہنگ ہے۔ لہٰذا قرآن انسانی معاشرہ کی ملکی قومی وغیرہ ہنگامی اور ضروری تبدیلیوں پر ایک حاوی خاکہ اور لائحہ عمل اپنے اندر رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ قرآن نے اصلاح و تعمیر کی راہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ فرمایا گیا ہے:

ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ

قرآن جس ملک قوم میں نازل ہوا ان کے عادات واطوار اور ضمائر و قلوب میں وہ انقلاب پیدا کیا جو دنیا بھر کی اصلاح و انقلاب کا پیش خیمہ بنا، وہ قوم، قوم عرب تھی، وہ ملک ملکِ عرب تھا۔ اس قوم کی اس وقت کیا حالت تھی۔ اور قرآن نے ان میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ یہ بھی ایک طویل داستان ہے، وہ جاہل تھے ان کو عالم کر دیا، وہ بد اخلاق تھے ان کو با اخلاق بنا دیا۔ خونریز اور سفاک تھے، امن پسند اور صلح جو بنا دیا۔ بے راہ تھے ان کو راہ پر لگایا، خود اپنی اصلاح و درستی سے غافل تھے، ان کو بنی نوع انسان یعنی تمام اقوام عالم اور اولادِ آدم کیلئے ہادی اور رہنما بنا دیا سے

دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا	درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا	جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

خلاصہ یہ کہ قرآن نے جو کچھ سکھایا اور سکھاتا ہے، انسان کو اسکی ازحد ضرورت تھی، قرآن نے اس انسانی اصلاحی ضرورت کو بوجہ اکمل پورا اور مکمل کر دیا۔ اور خدا نے فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا

قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

اس دعویٰ کا ثبوت بھی قرآنِ کریم نے خود فراہم فرمایا ہے:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔

اور اگر تم کو اس قرآن کے بارہ میں یہ تردد ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تو اپنے کل معاونین کو خدا کے بغیر دعوت دے کر اس کی مانند ایک مختصر صورت بنا کر پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔ اس پُر ہیبت اور عظیم الشان چیلنج کے بعد نہایت وثوق سے مخاطب قوم عرب کا مقابلہ سے عاجز ہونا اور کلام الٰہی ہونا ثابت کر کے فرمایا گیا:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

پس اگر تم ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکو گے، تو پھر اس آگ کے عذاب سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اور کفار کیلئے تیار کی گئی ہے۔

نیز فرمایا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیراً۔ ط

کہہ دیجئے کہ اگر جنات اور انسان تمام اس قرآن کی مثل بنانے کیلئے مل جائیں، تب بھی اسکی مثل نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ باہم تعاون کر رہے ہوں۔

علاوہ بر آں علمائے اسلام نے بیشمار دلائل و براہین اور تاریخی واقعات و شواہد سے ثابت کیا ہے کہ یہ قرآن بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ عرب قوم کے فصحاء بلغاء نے آیات قرآنیہ سن کر اور دیکھ کر برجستہ کہہ دیا:

ماھذا قول البشر ان ھو الا قول خالق المقتدر۔

قرآن کے اعجاز اور کلام الٰہی ثابت کرنے کیلئے علماء قرآن نے ضمنی طور پر اپنی اپنی تفاسیر میں وجوہات اور اسباب کا بہت ذخیرہ جمع کیا ہے۔ علامہ جار اللہ زمخشریؒ، امام فخرالدین رازیؒ، جلال الدین سیوطیؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ سب نے اس مقصد کو مدلل اور مبرہن کر دیا ہے، اور قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب "اعجاز القرآن" لکھی ہے۔ جو اپنے موضوع میں نہایت بہترین کتاب ہے، اس میں اعجاز قرآن کے بیشمار وجوہ مذکور ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی ایک وجہ جس کا تعلق پورے قرآن سے ہے، وہ یہ کہ اس کے الفاظ و عبارات کا طرز اور اسلوب اس طرز سے "کلیۃً" الگ ہے، جو انسانی کلام میں معہود اور متعارف ہے، اور اس کا اسلوب خطاب اس سے بالکل مبائن اور ممتاز ہے، جو انسان کے کلام کیلئے عادتاً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے اخیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

"فھذا اذا تامّلہ المتامّل تبیّن لہ بخروجہ عن اصناف کلامھم واسالیب خطابھم انہ خارج عن العادۃ وانہ معجز وھذہ خصوصیۃ ترجع الیٰ جملۃ القرآن۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس پر غور کرنے والا جب بھی غور کرتا ہے تو وہ صاف جانتا ہے کہ قرآن تمام اصناف کلام اور انسانی خطاب کے طریق و عادات سے باہر ہے، اور یہ خصوصیت پورے قرآن کی طرف راجع ہے۔

۲۔ عرب قوم کے فصحاء بلغاء کے کلام میں ایسا کوئی کلام نہیں ملتا، جو اس قدر طول کے باوجود فصاحت و بلاغت روانگی اور سلاست کے علاوہ عجیب و غریب لطیف و دقیق معانی اور فوائد و حِکَم پر مشتمل ہو۔ اور اول سے آخر تک اس معجزانہ انداز میں متناسب اور متشابہ ہو ــــ فرمایا ہے:

قل لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیراً۔

کہہ دیجئے اگر یہ قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا، تو اس کے طرزِ بیان میں ضرور تفاوت پایا جاتا۔

علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف نے اور دوسرے مفسرین نے اس اختلافِ کثیر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس صورت میں پورا قرآن فصیح و بلیغ نہ ہوتا، کیونکہ خدائے پاک کے علاوہ کہنے والے کے کلام میں مخصوص حالات کے ماتحت بڑا تغیر پایا جاتا ہے ــــ اور ایک انسان سے عام حالات میں فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود اور بلند سے بلند کلام پر قادر ہونے کے باوصف کبھی ایسا کلام صادر ہو جاتا ہے جس میں کوئی فصاحت و بلاغت نہیں ہوتی۔ یہاں جس لازمہ کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے، وہ نہایت واضح ہے۔ کیونکہ اچھا بھلا عقلمند انسان بھی کبھی ناگوار حالات سے اس قدر اثر پذیر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی متانت اور اپنے توازن کو کھو بیٹھتا ہے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک پریشانی کے دوران جیب سے ماچس نکال کر سگریٹ کو آگ لگائی، اور پھر سگریٹ کو زمین پر پھینک کر جلتی ہوئی دیا سلائی کو ہونٹوں میں دبایا، جب ہونٹ جل گیا تب ہوش آیا۔

۳۔ ظاہر ہے کہ قرآن مختلف اغراض و مقاصد اور گوناگوں مضامین پر حاوی ہے قصص و مواعظ، وعد و وعید، احکام و امثال، ترغیب و ترہیب پاکیزہ اخلاق و عبادات کی تعلیم وغیرہ سب کچھ اس میں ہے، مگر ہر قسم کے غور و خوض، اور تجسس و تلاش سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی ایک مضمون میں قرآن کا طرزِ بیان زور دار ہے، اور کسی دوسرے مضمون میں وہ زورِ بیان اور روانگی مفقود ہے، بخلاف اس کے انسان جس قدر بھی بلند پایہ فصیح و بلیغ شاعر یا خطیب ہو، اسکو لازمی طور پر بعض مضامین سے خصوصی لگاؤ اور ربط ہوتا ہے۔ اور بعض دیگر کیساتھ اس درجہ وابستگی نہیں ہوتی، اس وجہ سے ان مضامین میں اس کا اسلوب کلام مختلف ہوتا ہے۔ اور اس کے رجحانی تفاوت کے سبب دونوں کلاموں میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اور

جس مضمون سے ربط نہ ہو یا ہو مگر کم اس میں بیان کی خامی ظاہر و باہر ہوتی ہے:

ولذلک یضرب المثل بامرئ القیس اذا رکب وبالنابغة اذا رھب وبزھیر اذا رغب۔

اور یہی وجہ ہے کہ امرؤ القیس شہسواری میں ضرب المثل ہے۔ نابغہ ذبیانی دھمکی اور ڈرانے میں اور زہیر رغبت و ملاپ میں۔

۴۔ انسان جب کبھی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف یا کسی تمہید و توطیہ سے مقصد کی جانب منتقل ہوتا ہے، تو ضرور تحول و انتقال میں کوئی نہ کوئی نقص و خلل، تصنع اور تکلف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ہاں قرآن چونکہ خدا کا کلام ہے، اس لئے وہ اس بے ربطی اور گراوٹ سے پاک ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی باقلانی فرماتے ہیں:

وتبیّن ان القرآن علی اختلاف ما یتصرف فیہ من الوجوہ الکثیرة والطرق المختلفة یجعل المختلف کالمؤتلف والمتباین کالمتناسب والمتنافر فی الافراد الی حد الآحاد وھذا امر عجیب تبیّن فیہ الفصاحة وتظھر فیہ البلاغة ویخرج بہ الکلام عن العادة ویتجاوز العرف۔

اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن باوجود اس کے کہ اس میں ہر طرح کے مختلف مضامین اور مقاصد کی خاطر تصرف و تحول ہوتا ہے۔ مگر اس قرآنی نظم میں یہ خوبی ہے کہ غیر مربوط کو مربوط اور متباین کو متناسب بناتا ہے، گویا وہ تمام اغراض ایک مسلسل مقصود کے اجزاء ہیں۔ اور اس امر عجیب سے قرآن کی فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتی ہے، اور انسانی عرف و عادات کے حدود سے متجاوز اور وراء الوراء ہوتا ہے۔

۵۔ قرآن جس مفہوم کو اپنی عبارت میں ادا کرتا ہے، اسکی تمام کیفیات اس معنی کے داخلی اور خارجی حالات وقت ماحول اور متکلم کے اثرات اور احساسات غرض یہ کہ حقیقت حال کا پورا خاکہ بلاکم و کاست اپنی تعبیر میں پیش کرتا ہے۔ اور ان تمام رموز و اشارات کی ترجمانی کرتا ہے، جو اس موقعہ اور محل میں ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حالات کے ان تمام ظاہری اور باطنی تقاضوں کا علم رکھنا اور پھر ان کو الفاظ کے قالب میں پورا پورا منتقل کرنا صرف اس خدا کا کام ہو سکتا ہے، جو علام الغیوب ہے۔ اور لا یعزب عنہ مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ جسکی شان ہے۔ قرآن کے کلام اللہ ہونے کے

بارہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم فتح الملہم میں فرماتے ہیں:

بعض علماء نے قرآن کی وجوہ اعجاز کو چار میں جمع کر دیا ہے۔ ایک اس کے الفاظ کی اچھی اور مناسب ترکیب اور کلمات کا پیوند و ارتباط باوجود اعجاز اور بلاغت کے۔ دوسرا اس کے سیاق اور طرز و طریق کی وہ عمدگی جو اہل بلاغت کے طرزوں سے یکسر مخالف اور بالاتر ہے، نہ تو انکی نظم میں یہ طرز ہے، اور نہ نثر میں۔ یہاں تک کہ ان کی عقلیں حیران ہوئیں، اور اسکی مثل لانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور پھر اس پر قرآن نے اپنا چیلنج باربار اعادہ کر کے ان کے عجز کو ظاہر کر دیا، تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن گذشتہ اقوام و ملل شرائع و ادیان کے ان حالات پر مشتمل ہے جن کا علوم شاذ و نادر اہل کتاب علماء کے علاوہ کسی کو نہ تھا، چوتھی وجہ آئندہ حالات و واردات سے درست اور صحیح اطلاع دینا ہے، جن میں بعض زمانہ رسالت میں اور بعض مستقبل میں بعینہٖ اس بیان کردہ طور پر واقع ہوئے، آگے چل کر علامہ مذکور فرماتے ہیں:

کلام الٰہی ہونے کی وجوہات میں جن میں سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا اس کے باربار تلاوت اور دھرانے سے ملول نہیں ہوتا، بلکہ اسکو تازگی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ پھر متعلمین کیلئے اس کا حفظ آسان کر دیا گیا ہے۔ اور پڑھنے والوں کیلئے اس کی ترتیل و تجوید سہل کر دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن نے اپنے علوم و معارف اور حقائق اور خوبیوں کو جمع کر لیا ہے، جن کے فوائد و عجائب اختتام پذیر نہیں ہوتے۔ ؎ هو المسك ما كررته يتضوع

صاحب دائرۃ المعارف فرماتے ہیں کہ قرآن کو خدا نے اپنی طرف سے روح کہا ہے:

وكذلك اوحينا اليك روحاً من امرنا

تو — اس لحاظ سے قرآنی روح اجسام و ابدان میں ایک ایمانی زندگی اور غیر فانی حیات پیدا کر دیتی ہے، اور انسانی کلام ہر چند لذیذ اور مؤثر ہو، وہ ہنگامی طور پر تاثیر یا نشاط و سرور تو پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا، بیشک قرآن کی روحانیت دل و گردہ پر براہ راست اثر ڈالتی ہے۔

قرآن کے محفوظ ہونے کا ثبوت

اس جزو کیلئے بھی — ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب — یعنی خود خداوند پاک نے نہایت تاکید سے فرمایا کہ: انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون — نیز قرآن کریم کی اس

عظیم تر اور بہمہ وجوہ محفوظیت کا اعتراف بیشمار غیر مسلم مفکرین بھی کرتے ہیں، چنانچہ حضرت المخدوم المعظم جناب مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم نے مرویم مورخ کا قول نقل فرمایا ہے، جو کہتا ہے کہ بارہ سو سال سے ایسی کوئی کتاب بجز قرآن کے موجود نہیں کہ اس کی عبارت مدت مدید سے خالص رہی ہو۔ (بحوالہ خدام الدین لاہور۔ شمارہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۸ء)

بیشک قرآن وہ کلام الٰہی ہے جس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ تو ممکن ہے، اور نہ واقع ہو گیا ہے۔ اس کلام خداوندی کا معنی اور لفظ بلکہ حرکات و سکنات تک تحریف و تبدیل سے محفوظ ہیں۔ اور موجودہ ترتیب بعینہ وہی اصل ترتیب ہے، جو حضورؐ کے ارشادات سے دی گئی تھی۔ اس بارہ میں جلال الدین سیوطیؒ، قاضی باقلانیؒ، ابوبکر جصاص رازیؒ، علامہ ابن جریر طبریؒ وغیرہ علماء قرآن نے اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن کریم کے لفظ و نگہداشت کا یہ عالم ہے، کہ تغیر و تشریح الفاظ و عبارات کی حدبندیوں کے علاوہ اس قدر پختہ اور ہمہ گیر انتظام کیا گیا ہے کہ اس پر تلفظ کرنے کے آداب اور طریق عمل کو بھی واضح اور متعین فرمایا گیا ہے۔ تلاوت و قرأت کے لئے چند مخصوص فصیح تر قبائل عرب کا لب و لہجہ اور طرز ادا تجویز کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں صحابہؓ تابعین اور ائمہ قراۃ نے متواتر اور مشہور قراءات کو نہایت احتیاط اور وثوق سے جمع کیا ہے، اور آج بنی نوع انسان کے رشد و ہدایت کے لئے یہ آسمانی منظم اور مدون لائحہ عمل موجود اور محفوظ ہے۔ اور تمام طاغوتی طاقتوں کے علی الرغم موجود اور محفوظ ہوگا ——— لامبدل لکلمات اللہ۔

——— پھر جبکہ اس کے تحفظ کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا تو قرآن کریم کو اس قدر طویل اور جلیل کتاب ہوتے ہوئے یاد کرنے کے لئے سہل کیا گیا ہے۔ آج تک آسمانی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کو یاد نہیں کیا گیا۔ مگر قرآن کو حفظ کرنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری ہے ——— امت مسلمہ کے دس کروڑ افراد کے سینوں میں قرآن محفوظ رہا ہے۔ (بحوالہ جریدۂ شہاب شمارہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۱ء مضمون شاہ فاروقی)

علماء امت محمدیہ نے اپنے اس زاد آخرت اور کیمیائے سعادت کی حفاظت کا اتنا بندوبست کیا ہے کہ اس کے سُوَر، رکوعات، آیات، کلمات، حروف، حرکات، سکنات سب کو ضبط میں لانے اور ان کے اعداد و شمار محفوظ رکھنے کے علاوہ یہ تک بتا دیا ہے کہ ۲۹ حروف ہجائیہ میں سے ہر حرف کتنی دفعہ قرآن میں واقع ہو گیا ہے۔ اور حرکات

میں سے ہر حرکت کتنی بار اور تشدیدات اور مدات کتنے ہیں ، اور کل نقطے کتنے ہیں ، ذیل میں وہ تمام اعداد وشمار ملاحظہ ہوں۔

اجزاء	۳۰			حرکت ضمہ (پیش)	۸۸۰۴			سورتیں	۱۱۴
رکوعات	۵۵۸			حرکت فتحہ (زبر)	۵۳۴۳			حروف	۳۲۳۶۷۱
کلمات	۶۴۳۰			حرکت کسرہ (زیر)	۳۹۵۸۲			آیات	۶۶۶۶
مدات	۱۷۷۱			تشدیدات	۱۲۷۰۰			نقطہ جات	۱۰۵۶۸۲
ا	۴۸۸۷۲	ب	۱۱۴۲۸	ت	۱۱۰۹۵	ث	۱۲۷۶	ج	۳۲۰۰۳
ح	۳۷۹۳	خ	۲۴۱۶	د	۵۶۰۲	ذ	۴۶۷۷	ر	۱۱۷۹۳
ز	۱۵۹۰	س	۵۸۹۱	ش	۲۲۵۳	ص	۲۰۱۳	ض	۱۳۰۷
ط	۱۲۷۷	ظ	۸۴۲۰	ع	۹۲۲۰	غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹
ق	۶۸۱۳	ک	۹۵۰۰	ل	۳۰۴۳۲	م	۲۶۵۶۰	ن	۴۵۱۹۰
و	۲۵۵۳۶	ہ	۱۹۰۷	لا	۴۷۲۰	ی	۴۵۹۱۰۰		...

حرفِ آخر

یہ تو میں نے نہایت اختصار اور عجلت سے قرآن کے بحرِ محیط سے چند قطرات کی نشاندہی کی ہے ۔ مگر قرآن کریم کی تحقیقات کے گرد گھومنے سے یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا ، بلکہ یہاں تو تفصیل و بیان کو جہاں ختم کرنا ہو ، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آغاز کرنا تھا ۔

کان الحب دائرۃ لقلبی فحیث الانتھاء الابتداء

گویا محبت میرے دل کے گرد ایک گول دائرہ ہے جسکی ابتدا و انتہا کا پتہ نہیں چلتا

علامہ نیساپوری نے "غرائب القرآن" میں یہی کہا ہے کہ قرآن کے فضائل و کمالات کو جبکہ لاتناہی ہیں ، محدود و محصور حروف سے بنے ہوئے الفاظ کے احاطہ میں لانا مشکل ہے ۔

وان قمیصاً خیط من نسج تسعۃ وعشرین حرفاً من معانیہ قاصر

ترجمہ : جو کپڑا انتیس حرف سے بنایا گیا ہو وہ قرآن کے معانی سمونے سے قاصر ہے۔

ولیکن ھذا آخر الکلام وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والسلام ۔